अजाला अल औहाम

بحث عقلی متعلقہ ایشور والہام

از پنڈت منشی ارادسنگھ گرکل

اوم

ازالۃ الاوہام

حصۂ اوّل

مشتمل بر بحث معقول

ओ३म् शन्नो मित्रः शं वरुणः शन्नो भवत्वर्य्यमा। शन्न इन्द्रो बृहस्पतिः शन्नो विष्णुरुरुक्रमः। नमो ब्रह्मणे नमस्ते वायो त्वमेव प्रत्यक्षं ब्रह्मासि। त्वामेव प्रत्यक्षं ब्रह्म वदिष्यामि ऋतं वदिष्यामि सत्यं वदिष्यामि तन्मामवतु। तद्वक्तारमवतु। अवतु माम् अवतु वक्तारम्। ओ३म् शान्तिश्शान्तिश्शान्तिः॥

سعل
سے برماتمن یعنی اے نفس نظام کائنات روحانی کی علت

92

اے نگہدارِ تعلقاتِ ارواح - اے ایک ذرّہ سے دوسرے ذرّہ کی
ملاپ کے باعثِ حقیقی - اے تکوینِ موجودات کے سببِ اصلی - اے
قابلیت و عاملیت و معمولیتِ اشیاء و احیاء کی علّت یعنی اے
ہِتر آپ کُل ذی وجود کی راحتِ طبیعی کے ممتنع البدل اصل
اور سہارا یعنی سب کے سُکھدایک ہونے سے ورن ہو -
ہم (اِس حقیقتِ امری کی صورت کو اپنی آئینۂ ذہن میں گیان
کی روشنی سے منعکس کرتے) آپ کی سُکھہ تو پرنگ نیاے کو پراپت
ہوں - آپ سب کے پرکاشک یعنی مظہرِ کُل ہونے سے اِندر ہو
سب کے پالن کرنیوالے یعنی رازق و محافظ و صورتِ نوعیہ میں قائم
رکھنیوالے ہونے سے برہسپتے ہو - محیطِ کُل ہونے سے وشنو
ہو - ہم پرارتھنا کرتے ہیں کہ (آپ ہماری بُدھی کو ابیاپک پرکاش
عطا کریں یعنی ہماری اِستعدادِ عقلی کو ایسی صفا بخشیں جسکے
ذریعہ سے ہم آپ کی اِس شانِ عظیم کو سمجھ کر) آپ کی (غیر محدود
حکومت اور اننت) راج کے سُکھوں سے سُکھی ہوں - ہم
آپ کو نِشچے بِدھی سے دیاپک جانکر نمسکار کرتے ہیں - اے
اننت بل والے - اے قوّت القواء - اے سب طاقتوں کی طاقت -
اے کُل زوروں کے زور - آپ ہی کو ہم پرتیکش برہم کہتے ہیں
اور کہیں گے - جیسے آپ ستیہ سوبھاؤ ہیں یہ دوت آپکی پرتگیا دھی

ستیہ ہی ہونگے۔ ہے پورن وِشُدھ پرماتمن! آپ ہی مجھ کشتن
نِوالی ہی رکشا کرو۔ آپ تو سچدانند سروپ (عینِ سرورِ مطلق)
نشچے کرتے ہم پرارتھنا کرتے ہین کہ تینون پرکار کی دُکھون کی۔ جو
کُل اقسام تکالیف پر حاوی ہین۔ آپ نِورتی کرین ٭

ای برتر از خیال و گمان و قیاسِ ما — ای باسطِ بسیطِ عقول و حواسِ ما
اوصافِ تو بذاتِ تو ملزوم و لازم اند — ملبوسِ ما چنان نبود با لباسِ ما
دانسته ایم ذات و صفاتِ تو اینقدر — آئینہ چنانکہ بود روشناسِ ما
مستلزمِ نفوسِ عوالم وجودِ تست — محمولِ وصفِ ذاتِ تو باشد اساسِ ما
بیرون کجا ز دورِ تعین نهیم پای — خطِ ہوای نفس چو باشد مماسِ ما
صد حیف! شکرِ منتِ تو ناورد بجا — بت را کند سپاس دلِ ناسپاسِ ما

ای آفتابِ لطف بہ امید اخذِ لطف
پشت رسیدہ ماہِ خیال و قیاسِ ما

ای عادلِ مطلق۔ ای واجب الوجودِ مطلق۔ ای قادرِ مطلق۔ ای دانای مطلق۔
ای علت العلل۔ ای سر الاسرار۔ ای نور الانوار۔ ای ناظمِ نظامِ عالم۔ ای باعثِ
انتظامِ عالم۔ تیری ماہیت کا جاننا اور تیری حقیقت کا پہچاننا انسانی دائرہ قدرت
سے باہر ہے۔ تو عینِ ذات اور عینِ حقیقت اور عینِ حقیقتِ ظہورِ کل اور عینِ
حق ہے۔ ہم منسوب الذات و متغیر الحقیقت و مجبور ہین۔ حالتِ اصلی حالتِ
منسوبی سے محجوب ہوتی ہے یہانتک کہ انسان جیسا رفیع الدرجہ بھی اپنی حقیقت

تو بھول گیا - ظاہر کے شغل نے باطن کی کمالات کو پوشیدہ کر دی کر ہی عاطل اور عاطل کرتے کرتے باطل بنا دیا - ذائقہ اور بو اور رنگ اور قد و قامت اور صاف یا کھردرا ہونا اور ایسا یا ویسا ہونا کور باطنوں کی آنکھوں کی آگی حقیقت نفسی کی تصویریں بن گئے - قوای رذیلہ کو ترقی ہوئی اور رفتہ رفتہ انسان کی منہ کو انسان کا ہولک گیا

" دیکھ تاثیر تعین کیا ہی ہی آپسمین جنگ "
" خنجر و آئینہ گو ہیں ایک ہی فولاد سے "

تغیر حال البتہ لازماً فراموشی حالاتِ سابق چاہتا ہی اور عینِ حقیقت میں تغیر محال ہے پس کوئی متغیر الحال عینِ حقیقت کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا - یہ امر سب سے زیادہ صریح ہی کہ جز کسی طرح کل پر حاوی ہونیکا امکان نہیں رکھتا پس ایسے کل ہم تجھی کیا سمجھ سکتے ہیں - تیری کیا استتی کر سکتی ہیں اور تیرا کیا شکریہ بجا لا سکتے ہیں - ہاں البتہ جہاں تک خود تو نے اپنی عدیم المثل صفات کا اظہار الہام ازلی کی معرفت اپنی مخلوقاتِ دانا پر کیا ہے وہاں تک ہم اس سے مستفید ہونیکی قابلیت رکھتی ہیں - تہذیبِ نفس کر سکتی ہیں اور قوای شریفہ کی نشو و نما کو حدِ اتم تک پہنچا سکتی ہیں اور مدارج انسانی (روحانی) یعنی معارجِ عرفانی کی منازلِ امکانی کی حدود اوسط پر عبور کر کے اس حدِ اخری کو پہنچ سکتے ہیں جو جیو اور ایشور کی درمیان حدِ فاصل ہے اور جسے آگی نہ تخیل کو کچھ دخل ہے نہ ممیزہ کو - جہاں نہ متصور ہے اگر ممکن ہے

نہ وا ہمہ کا۔ اِس حد سے قدم بڑھانا اور اس عالم معلوم سے آگے کا حال بتلانا "درِ کنگرِ شعلہ تارِ مو بست" کا حکم رکھتا ہے۔ محالِ عادی تغیرِ حالاتِ متعلقہ فی بعدہٖ "محال" نہیں رہتا اور اسی سبب سے جہلا جس امر کو اپنی احاطۂ عقلی میں جگہ نہیں دے سکتے۔ جن افرادِ وصفی دکھائی جن معارفِ لایزالی دکو الیف مثالی تو اُنکی حیرت کا ہیولیٰ اور اُنکی لاعلمی کا نادیدہ پتلا "دورباش" کہکر مسندِ تیقن سے ہٹا دیتا ہے۔ مگر وہی تمام امور تمام افراد تمام معارف تمام کوائف اہلِ معراج فی ہستی یقین کی عناصر بن جاتی ہیں۔ سچ ہے

"نقصان ز قابل ست و گرنہ علی الدوام"

"فیضِ سعادتش ہمہ کس برابر ست"

عادت بذاتِ خود ایک امرِ منسوب ہے اور منسوبات افراد و فریقین نسبت کی محکوم ہوا کرتے ہیں۔ جسقدر افراد و فریقینِ متعلقہ میں سے کوئی محکوم علیہ متغیر الحال ہوتا ہے اُسیقدر عادت بھی تغیر پذیر ہو جاتی ہے اِسی واسطے عادتاً قابلیت وعدم قابلیت اور مقبولیت وعدم مقبولیت محال ولا محال ممکن وغیر ممکن وغیرہ الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہیں مگر عند الحقیقت اِن تعبیرات سے اِمکانِ ذاتی وعدم امکانِ ذاتی مفہوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اِمکانِ ذاتی محتاجِ نسبت نہیں ہے اُسکی حقیقت خود اُسکی ذات کو مستلزم ہے اور اگر بالحقیقت و بالذات اُس کی ساتھ سلبِ ماہیت فرض کریں تو اُسکی حقیقت عدمِ حقیقت اور اُسکی ذات لاذات ہو جائیگی اور معترض کا وہی ہسر پیچ ہی آ جائیگا —

اسسی یہہ نتیجہ مترتب ہوتا ہی کہ محالِ عقلی کسی حالت میں لامحال نہیں ہوسکتا
اور ہو تو کیسے ؟ محالاتِ عقلی صحتِ تعقل پر مبنی ہوتی ہیں اور چونکہ صحیح تعقل
کے نزدیک اجتماعِ نقیضین محال ہی اسواسطی لامحال کی ساتھہ محال اور محال
کی ساتھہ لامحال جمع نہیں ہوسکتا اور اگر کہو کہ صورتِ تعقل کی بدل جائیں تو
اس امر کا امکان ممکن ہی تو یہہ خیال ہی پُرخطا ہی کیونکہ صحتِ تعقل اُسیوقت
لازم آئیگی جب تعقل تام ہوگا اور تام میں تبدل بمعنی ہی اگر تام میں تغیر مانا
جائی تو اضافت لازم آئیگی اور تعقلِ مضاف ہماری دعوی سی خارج ہی بلکہ غور
سی دیکھا جائی تو معلوم ہوگا کہ عندالنفس تعقل اضافی ہو ہی نہیں سکتا۔
اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی کام برعایتِ نظامِ عالم انجام نہ پاتا اور انسان
باوجودِ جمعیتِ اسبابِ مناسب کسی مرحلے کو طی نہ کرسکتا۔ یہہ سچ ہی کہ
انسان غلطکار ہی مگر اس غلطکاری کی معنی سوا اسکی اور کچھہ نہیں کہ وہ
کبھی کبھی اپنی نفس کی پیروی سی۔ اپنی آپ دِل کی سرکشی سی۔ اپنی نادان
ہونی اور اپنی انسان ہونی سی زیادہ اور کچھہ نہونی کی ضعف سی تعقل (جو
ایک روحانی وصف ہی) کی اطاعت نہیں کرتا۔ تمام اِندریوں کا راجا مَن
ہی اور مَن اُس مجرد کا نام ہی جو آفتابِ روح سی نکلکر نفسِ مادۂ انسانی پر
پڑتا ہی یا یوں سمجھو کہ مَن اُس لطیفہ کا نام ہی جو روحِ مجرد سی جیو (جسی
افلاطون روحِ منو کہتا ہی) اور روحِ حیوانی کی درمیان واقع ہوتی ہی
جیو اور شریر کی یوگ میں مَن کی واسطہ سی جو قوت یا جو نسبت روح کی

حقیقت کی طرف اِشارہ کرتی ہی اسکا نام بُدھی ہی اور من جہانتک بُدھی کا
پابند ہی وہان تک جیو کا صادقِ مُظہر اور صحیح مُعبّر ہے۔ اِسی صادقِ اظہار اور اسی
صحیح تعبیر کو تعقل کہتی ہیں اور اسیکی متابعت ہر فردِ بشر کو لازم ہی۔ پیدائش کی بعد
آدمی کی اعضاء و قوائی اندرونی و بیرونی ایک عرصہ تک کافی ناشی و نامی نہین
ہوتی مگر روز بروز جیسا انسان کا ہچہ تجربہ حاصل کرتا جاتا ہی ویسا ہی اُسکے اعضا
مین نشو و نما ظہور پذیر ہوتا ہی مگر اِس دورانِ ترقی میں ایک بات از بس قابلِ
خیال ہے اور وہ یہہ ہے کہ اِس زمانۂ ترقی کا کاروبار اور اِس نشو و نما کی ظہور کا
بندوبست کِس قاعدی سی اور کیونکر اور کن عاملوں کی عاملیت سی ہوتا ہی
سب سی اوّل اربابِ دل کو اپنی دِل سی سوال کرنا چاہئی کہ اِنسان کیا ہی اور
الکا ول اُنھیں جواب دیگا کہ اِنسان ایک خواب و بیداری کا مجموعہ ہی اُسکی
ہیئت مجموعی میں معروفیت و مجہولیت دونون شامِل ہیں۔ اُسکا ایک
جُزو اگر حاکم ہی تو دوسرا محکوم ہی۔ وہ روشنی و تاریکی دونون سی بنا ہوا ہی۔
اُس میں دوڑنیوالی اور گِر پڑنیوالی دونون قوتین موجود ہین۔ جیو جیتا جاگتا
سوچنی والا سمجھنی والا۔ اور جاننی والا ہی۔ شریر خفتہ اور مُردہ اور فسردہ
ہی مگر باوجود اِس اختلاف کی دونون کی درمیان ابتدا سی ہی ایک تعلق خاص
و واسطۂ مُناسِب مربوط ہوتا ہی۔ اِس تعلق کی بہت سی پہلو ہیں اور اسکی
اُس کا اِظہار کئی مختار دنیراؤں میں ہو سکتا ہی لیکن ہمیں اِسوقت اِس
حقیقت کی فلسفیت پر بہ اعتبارِ کُلّی بحث کرنیکی کچھ ضرورت نہیں ہے

صورتِ موجودہ میں تسہیلِ ادای مطالب کی غرض سی اسقدر کہنا کافی ہی کہ جسوقت بچہ بطنِ مادر سی علیحدہ ہوکر عالمِ خارجی میں آتاہی اُسیوقت سے (ہم مشہود کر لیتی ہیں کہ) اُسکا قالبِ عنصری اُسکی ماہیتِ ممتنع القسم کا مطیع و محکوم ہے ستھر نیر جو پرجا کی سمان ہی جیو جیسی راجا کی آگیا کا پالن کرتا ہی۔ روح کی احکام کی خلافِ جسم کچھ نہیں کرسکتا لیکن چونکہ سلطنت کی ابتدا ہوتی ہے اور رعایا میں سی کسیکو (اعضاء و جوارح و قواء وغیرہ) قوانینِ سلطنت (احکامِ فطرت و اوضاعِ طبیعت) سی واقفیت نہیں ہوتی اسلیے روحِ حیوانی جو روحِ حقیقی (جیو) کی طرف سی اتالیق مقرر ہوتی ہی اور جسکے پاس اسکی مالک کی طرف سی ہر لحظہ احکام ضروری صادر ہوتی رہتی ہیں اعضای جسم کو جنکی مدارج و مناصبِ خلقتہ پہلی سی مقرر ہوتی ہیں تعلیم دینا شروع کرتی ہی۔ یہہ تعلیم ایسی مناسبِ وقت ایسی باترتیب۔ ایسی باضابطہ اور ایسی باقاعدہ ہوتی ہی کہ انسان کی عمر خواہ قلیل ہو خواہ طویل اُسکا ایک لمحہ بھی اِس بغیر نہیں گزرتا۔ عاملانِ فطرت ابتدا سی لیکر انتہا تک نہایتِ ایمانداری اور غایتِ کارگزاری کی ساتھہ اپنی کام میں مصروف رہتی ہیں مگر اِن عواملِ کا حاکمِ بالا اور ان کارپردازوں کا دیکھنی والا اور اِن قواء کا محرکِ اعلیٰ۔ فطرتِ روحی صرف اُس وقت تک رہتی ہی جبتک وہ قوا جنکی اصل پیدایش کی ساتھہ قایم کردی گئی ہی اور وہ حواس جو جماعتِ جسمانی میں اوّل نمبر کی طلباء ہیں اپنا نصابِ امتحان (کورس) ختم نہیں کرلیتی۔ جس وقت یہہ اُس حدِ معین

تک تعلیم حاصل کرچکی اُسیوقت اُنکو تادیبِ جسمانی و نفسانی خارجی و داخلی کا خارج
ملچکا ہی - دل اور دماغ اِس مکتب میں اُنکی خلیفہ مقرر کردی جاتی ہیں اور جسقدر
سرمائہ تعلیم اُن کی پاس موجود ہوتا ہی اُسکی موافق اپنی فرضِ منصبی کو جاری
رکھتی ہیں اب فطرت بلاطلب کئی اُنکو کچھہ نہیں دیتی - ہاں اِن کی تقرری کی
حفاظت کرتی ہیے - اِن کی قابلیتِ حصول و لیاقتِ اکتساب کی کمی و زیادتی
اُنکی استعدادِ بالقوت پر منحصر ہوتی ہی مگر یہہ انحصار مستقل القیام نہیں ہوتا
کیونکہ استعدادِ بالفعل بھی قابلیتِ حصول و لیاقتِ اکتساب مذکور کو گھٹا

بڑھا دیتی ہی اور یہہ امر صرف اِس بات کا نتیجہ ہی کہ جیو بالطبع آزاد ہی
مگر اپنی صفاتِ اعلیٰ میں کمال و اطلاق نہیں رکھتا اِسی باعث کبھی صاعد ہوتا
کبھی نازل - کبھی مقید ہوتا ہی کبھی آزاد - کبھی غلط فہم بنتا ہی کبھی راست فہم
کبھی مستغنی بنتا ہی کبھی محتاج - اِس بیان سی ناظرین سمجھہ سکتی ہیں کہ ہمارے
افعال و حرکاتِ دماغی و قلبی بقیدِ تاثیراتِ خارجی و تعلیماتِ ظاہری ہماری
تجربوں اور اُن تجربوں سی نتایجِ سودمند نکالنی پر منحصر و موقوف ہیں - فعل
کا پہلا درجہ ذہن ہیے - ذہن تصور یا تصورات کو قایم کرتا ہی - اِسکی بعد اپنی
پہلی تجربات کی موافق اُس تصور یا اُن تصورات پر کوئی حکم لگاتا ہی اِسی حکم کی
موافق خارج میں فعل ظہور پذیر ہوتا ہی - اگر ہم بچوں کی ابتدائی حالت پر نظر
ڈالیں اور پھر اُنکی دوران ترقی کو بہ تعمق و تامل دیکھیں تو یہہ بات بہت آسانی
سی ہماری سمجھہ میں آجائیگی مگر حالتِ طفلی کی تمثیل پر غور کرنی سی پہلی ایک

بات اور بھی سمجھ لینا چاہئی اور وہ یہہ ہی کہ احساس گو محض احساس ہی کیوں نہو مگر
اُسکی بنیاد ہمیشہ ذہن پر ہوتی ہی - محسوسیت خود متصوریت کو مستلزم ہی
اگر حالتِ محسوسہ کا تصور نہ ہوتا تو وہ حالتِ محسوسہ ہی نہ ہوتی - البتہ یہہ سچ
ہی کہ تصور کی یہہ حالت نہایت سادہ اور بی ترکیب ہوتی ہی اور ہر جزءِ محسوسیت
اپنی ہی پر ختم ہوجاتا ہی سلسلۂ تصوراتِ حسّی و عقلی کو نہیں چاہتا اِسیواسطی
تعقل یا تفہم اِس سی غیر مشترک معلوم ہوتا ہی لیکن یہہ نہیں ہو سکتا کہ احساس
کی ساتھہ تصوّر بالقوت موجود نہو اور بحالتِ مستتر روح کا مظہر نہو کیونکہ اگر ایسا
ہو تو نہ احساس کی کوئی حدِ معرّف ہو سکتی ہی - یعنی اُسکا وجود کسی قیاس عقلی
پر قایم نہیں ہو سکتا - اور نہ جیو کی واسطی کوئی صفت قایم بذاتہٖ ٹھہرتی ہے،
جو دونوں باتین حقایقِ معلومہ کی مخالف اور غیر واجب التسلیم ہیں - اس
ابتدائی بیان کی خیال میں جگہ دینی سی تمثیلِ مذکور کی تشریح اچھی طرح سمجھہ میں
آجائیگی اور وہ یہہ ہی کہ بچّہ پیدا ہوتی ہی رونی اور ہاتھہ پاؤں ہلانی لگتا ہی اس
وقت اُسکی طبیعت اِرادوں سی خالی ہوتی ہی - قابلیتِ تصوّر و قوتِ ذہن
محض قابلیت و قوت ہی کا درجہ رکھتی ہیں اور جو افعال و خواص کہ اُنکی وجود
کی واسطی لازم ہیں اور جنکی تاثیر سی بچّہ کا رونا اور ہاتھہ پاوں ہلانا پیدا ہوتا ہے
اِنکی علاوہ کسی قسم کا ذخیرۂ تجربہ و سامانِ سابقہ بالفرع (بمقابلۂ بالاصل) اُسکی
پاس نہین ہوتا لیکن استحصالِ تجربہ کی واسطی وہ ہمیشہ طیار رہتا ہی اور یہی
طیاری اُسکی کامیابی کا باعث ہوتی ہی - ماں یا دایہ بچہ کو دودھہ پلاتی ہے

ایک دو دفعہ میں وہ دودھ پینا سیکھ جاتا ہی اور بہت تھوڑی عرصہ میں ماں یا
دایہ کو پہچان لیتا ہی اُسکی اعضای اندرونی و بیرونی کو حرکت کرنیکا موقع ملتا رہتا ہے
اور اُسکی حرکات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں - وہ اپنی زبان کو ہلا ہلا کر دندان و تالو و
حلق وغیرہ کی اُن مقامات پر لیجانا چاہتا ہی جہان پہنچکر زبان وہ تلفظ ادا کرتی
ہی جسکا ادا کرنا بچہ کو مقصود ہوتا ہی اور جس کی تکمیل کیواسطی وہ کوشش کرتا ہی
وہ یہہ بھی غور کرتا ہی کہ کون لفظ کس چیز کی لئی بولا گیا اور کیا اِشارہ کس امر کے
واسطی کیا گیا وہ محبت اور دشمنی کو اپنی نفس کے اصولِ طبعی سی پہچانتا ہی اور اپنے
تجربہ سی انکی مدارج مقرر کرتا ہی اور حفظِ مراتب کو نگاہ رکھتا ہی - وہ خصایص طبیعی
میں تمام دنیا کی بچون سی واحد النوع و مشترک الصفات ہوتا ہی اور بہ اعتبارِ فطرت
کوئی فرق کسی سی نہیں رکھتا - شنکر اچاریہ جی مہاراج نی اپنی کتاب بجر سوچی
میں کیا خوب فرمایا ہی

" जन्मनाजायतेशूद्र: संस्काराद्द्विजउच्यते "
" वेदाभ्यासात्भवेबिप्र: ब्रह्मजानातिब्रह्मणा: "

اِسکا ترجمہ یہہ ہی کہ ہر ایک بشر پیدایش سی شودر ہوتا ہی (یعنی بچہ جب پیدا ہوتا ہی
تب بالفعل اُسمیں بموجب عالمی قاعدہ کی موافق کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہوتی)
سنسکار ہونی سی دوِج ہوتا ہی - وید اور ست شاستر پڑھنی سی بپر ہوتا ہی
برہم کو جاننی سی برہمن ہوتا ہی - پس یقین کرو کہ جو برہم کو جانی وہ برہمن ہے دوسرا
کوئی نہیں - اِس سی صاف عیان ہی کہ جبتک کسیکا سنسکار نہیں ہوتا وہ

نشوونما پاتا رہتا ہی کیونکہ نظام عالم کی تدوین سی ابھی تک اُسکی سر و کار ہی نہیں ہوا اور نہ نظام مذکور کی کسی خاص محکمہ سی (بہ ترجیح محکمہ دیگر) متعلق ہونی کی اُس میں قابلیت ثابت ہوئی پس اسوقت تک وہ اُن فلزات (Crude metals) میں سی ہی جو کان میں سی نکال کر ایک گودام میں جمع کی گئے ہیں مگر انکی کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور نہ تصفیہ و صیقل وغیرہ سی اُنمیں وہ قابلیت پیدا کی گئی ہی جسکی بناپر یہہ کہا جا سکے کہ اِس لوہے کا یہہ ڈھیر پیچ بنانی کی کام میں لایا جائیگا اور اِس فولاد کی اِس ٹکڑی سی شمشیر و نیزہ وغیرہ بنینگی اور اِس اسپات کی اِس حصّے سی ہاں و چاقو بنائی جائینگی۔ وغیرہ — اِس ابتدائی زمانہ میں بچّہ کی حالت تقاضای فطرت کی مطیع اور اقتضای قدرت کی تابع ہوتی ہی — قبولیت کا مادہ اِسقدر بڑھا ہوتا ہی یا یوں کہو کہ تعصبات یا جو امور مانع قبول ہوتی ہیں اُنسی بچہ کی طبیعت یہانتک صاف ہوتی ہی کہ بچپن کی عمر میں جتنا علم "الاشیاء والمضافات الاشیاء" ہمیں دو مہینی میں حاصل ہوتا ہی اُسقدر جوانی اور بڑھاپے میں دو برس میں بھی نہیں ہو سکتا — بلکہ اگر ابتدا بگڑ جائی تو بعض خصایص میں حصولِ معلوم کا ظہور میں آنا ناممکن ہو جاتا ہی۔ بچہ اصل طبیعت کی متابعت کرتا ہی اور ہر چیز اور ہر واقعہ کی نسبت اپنی دِل میں ایک طبعی سوال پیدا کرکی تجربہ سی اُسکا جواب حاصل کر لیتا ہی — اُسکا طریق عمل ہمیں فلسفی ہوتا ہی اور ایسی ثابت قدمی ایسی ایمانداری۔ ایسی خوش اعتقادی۔ ایسی صاف باطنی۔ ایسی بی تعصبی اور ایسی استقلال کو کام میں لاتا ہی کہ سوای

کامیابی اور کوئی دوسرا نتیجہ اُسکی کوشش کا ہو ہی نہیں سکتا - اُسی قدرت نے
محقق و متلاشی پیدا کیا ہی - اُسکی ایک پانو کا نام فیلیا اور دوسری کا فیون
ہی اِن ہی دونون پاؤن سی چلتی چلتی وہ منزلِ مقصود کو پہنچ جاتا ہی - وہ جس
نئی بات کو اپنی تجربۂ سابق سی مخالف ہی یا اُسکو کسی ایسی حقیقت اور
سی متعلق نہیں دیکھتا جو اُسکو معلوم ہو چکی ہے اور جسکی نسبت اُسکی دل
میں تعجب پیدا نہیں ہوتا یا جب اُسکی آگے کوئی ایسا دعوی بیان کیا جاتا ہی جو نہ خود
معروف و مسلّم ہی اور نہ کسی ایک یا کئی حقایق معروف و مسلّم سی مربوط یا اُنپر
مبنی ہی وہ طبعاً اُسکی قبول کرنی سے رُک جاتا ہی اور معاً اُس کو ردّ کر دیتا ہی
یا بید دھڑک اُسپر ہنستا ہی - وہ دلیل نہیں کرتا - وہ مباحثہ کو نہیں جانتا -
اُسکی طبیعت فنِ مناظرہ سی واقف نہیں ہوتی - وہ اپنی سلسلۂ خیالات
کو اتنی توسیع نہیں دیتا کہ اُسمیں وہم شاملِ ہو کر اُسکی طبیعت کی صاف
چشمہ کو گندہ کر دی - وہ تعصب و طرفداری سی بیخبر ہوتا ہی - اُسکی
طبیعت دغا و فریب کی عادی نہیں ہوتی - اُسکا دل محض طبیعت کا پیرو
ہوتا ہی - اُسکی قلب کی کیفیت خالص اور غیر مرکب اور مجرد ہوتی ہی -
وہ صفاتِ شئی کو خصایصِ ذاتِ شئی سمجھتا ہی اور اِنھیں صفات سی
اُس ذات کو پہچانتا ہی - وہ حقایق کی تحقیقات محض اُن حقایق ہی کیے
واسطی کرتا ہی - اِس تحقیقات میں اپنی کسی ذاتی غرض کو شامل نہیں کرتا

ﮯ محض اُس سے لسلہ ہی کی اجزاء کی اعتبار پر یعنی اُن اجزای علمی کو بلا تعلق اجزای دیگر کھینچ تا نکلا

اُسکی دل مین مُتوجہ ہونے اور حقایق پر خوض و فکر کرنیکا مادّہ وضع فطرت کی
احکام کی موافق ہوتا ہی جبکی مُتابعت مین اُسکا دل سر تا پا متوجہ ہوجاتا ہے
اور اپنی لیاقت اور وقعت کی موافق ہر نسبت کو جو اُسکی گرفت میں آجاتی ہے
سمجھنی کی کوشش کرتا اور سمجھتا ہی - وہ جہانتک جانتا ہی وہانتک مانتا ہے
جاننی سی آگی نکسے بات کو بی سبب قبول کرتا ہی نہ بیوجہ رد کرتا ہی - اُسکا
کوئی مذہب بھی نہیں ہوتا وہ تو قدرتی حکیم کی تعلیم کی موافق ایک محقق ہوتا ہے
اُسکا عمل ٹھیک اِس شعر پر ہوتا ہے :

" نی یار برہمن شونی دشمنِ مُسلم "
" راہی بخدا دار نہ این باش نہ آن باش "

اُسی کسی مذہب کی ساتھہ پرخاش بھی نہین ہوتی - وہ ہر راستی کو راستہ
سمجھتا ہی مگر اسکی ساتھہ ہی یہہ بھی سمجھتا ہی کہ کونسا راستہ کدہر کو جاتا ہے
ایک کی سمت دوسری کی سمت سے کیا نسبت رکھتی ہی - ایک کہان جا
ٹیا ہی - دوسرا کس منزل تک پہنچاتا ہی - تیسرا کونسی مقام پر ختم ہوتا ہے -
وہ عقل سی اور من سی اور تمیز سی اور بدھی سی اور شعور سی اور فہم سی
اور دل و دماغ سی وہ کام لیتا ہی جسکی واسطی یہہ سب پیدا کئی گئی ہین -
اُنکو اپنی جسم کا کوئی عضو بیکار نہیں معلوم ہوتا - اسکی سمجھہ میں بلا سعی غلطی کی
ٹی یہہ بات آجاتی ہے کہ آنکھہ ٹھیک دیکھنی کی واسطی بنائی گئی ہے -
کان سُننی کی لئی پیدا کئی گئی ہین - زبان کا مقصد بولنا اور ذائقہ لینا ہے

ناک سی غرض سونگھنا ہی - ہاتھہ چھونی اور پکڑنی اور اُٹھانی اور دھرنی اور لینی اور دینی وغیرہ کامون کی واسطی موضوع ہوئی ہیں - پانون کا صریح مطلب چلنا ہی - اِسیطرح اور تمام اعضاء و اجزا کا اُسی علم ہوتا ہی اور اِسی علم یقینی کی موافق وہ اِن سی کام لیتا ہی - اِسی رفتار سی چلتی چلتی وہ بچہ سی لڑکا اور لڑکی سے جوان ہو جاتا ہی - اِس دروازی مین داخل ہوتی ہی وہ ایک بالکل نئے مکان میں پہنچ جاتا ہی - اُسکا جسم ہی دوسرا ہو جاتا ہی - اُسکو دُنیا ہی دوسری نظر آنی لگتی ہیے - اب اُسکی ارادی - اُسکی حوصلی - اُسکی خواہشین - اُسکی رغبتیں ہی بدلکر کچھہ کی کچھہ ہو جاتی ہین - اُسکی آزادی کی بعض پہلو جو اسوقت تک اُسکی حالت کی ساتھہ مخصوص تھی اُسسی چھِن جاتی ہیں اور بعض خصایص میں اُسکو بالکل ایک نئی طرح کی آزادی مِل جاتی ہیے - اُسکو اپنی جسم مین عجیب طرح کی نئی نئی قوتین محسوس ہونی لگتی ہیں جنکا زور وہ اپنی مقابلہ کرنیکی طاقت سی بیشتر حالتون میں زیادہ پاتا ہی - وہ "کل جدید لذیذ" کی قاعدہ کے موافق اُنپر شیدا ہو جاتا ہی اور اُنکی پیروی کو اور سب پیرویون پر ترجیح دیتا ہیے وہ اسوقت اپنی آپ کو پورا آدمی اور آزاد او خود مختار سمجھہ بیٹھتا ہی اور اب اُسکی طبیعت تحقیقاتِ طبیعی کی طرف بہت کم مایل ہوتی ہی اُسکی قلب کا طریق بدل جاتا ہی اور اُسکی عام حالت ایک طرح کی نشہ کی سی حالت ہوتی ہیے اور اُسکا دماغ غور و فکر کی حالت کو شوریدگی اور سرگردانی تصور کرتا ہیے جوانی کی ابتدا سی پہلی اُسکی اعضای اندرونی و بیرونی اُسکی قوای عقلی جسمی

ز محققہ

برابر غرض ایجاد و مقصد صنعت خلاصہ یہہ کہ وضع فطرت کی موافق محنت کرتے
چلی آئی تھی - اِس درجہ پر پہنچکر وہ تھک جاتا ہی یا اُسکی ارکانِ طبعی جو اسوقت
معرضِ بحث میں ہیں اکثر ایسا ہوتا ہی کہ چند اور ارکانِ طبعی و غیر طبعی نسی مغلوب
ہوجاتی ہیں - اُسکی طبیعت آرام طلب ہوجاتی ہی ح اُسی محنت اچھی نہیں معلوم
ہوتی اور وہ اپنی دِل بہلانی کی طرف مصروف ہوجاتا ہی - وہ اب کسیکا پابند
نہیں رہتا - اُسکی آزادی اور خود مختاری جس طرف اُسی لیجاتی ہیں اُسطرف
وہ جاتا ہی - یہی زمانہ سب سے زیادہ نازک اور یہی موقعہ بہت بڑا خطرناک ہے
اِسی مطلق العنانی کی بحر مواج میں پڑکر بڑی بڑی غواص ڈوب گئی ہیں اور اِسی
حال پر یہہ قول سب سے زیادہ صادق آتا ہے - کہ :

" ای متاعِ درد در بازارِ جان انداختہ "
" گوہرِ ہر سود در جیبِ زیان انداختہ "

اِس مکان میں متمکن ہوکر روحِ حیوانی - روحِ حقیقی (جیو)
سی ہدایت نامۂ اِنسانی کا سبق پڑھتی پڑھتی چھوڑدیتی ہی اور اپنی آپ کو
کافی و وافی لیاقت کا اُستاد سمجھکر عقول و نفوس کو خود تعلیم دینی لگتی ہے
اور کبھی کبھی یہانتک سرکش اور منہ زور اور آمغ اور بی ادب ہوجاتی ہی کہ
بڑی بڑی دقیق معاملوں میں بھی جنکا فیصلہ صریحاً یہہ خود نہیں کرسکتی بلکہ اُنہیں
عقلِ طبیعی کی خدمت میں حل کرنیکی واسطی بھیجنی کو باعثِ کسرِ شان سمجھتی
اور ضد اور تکرار کی ساتھہ ہر مدعی و مدعا علیہ کے آگی بے ہنگام غل مچاکر

کہتی ہی کہ یہہ بات صرف میری کہنی پر یا میری باپ اور دادا کی عمل کرنے پر یا
اٹھارہوین اور سترہوین صدی کی مذبذب اور غیر معتبر لوگوں کے بے ربط و بے معنی
حوالون پر تمسک کرکے قبول کرلو۔ اِس بات مین عقل کو دخل مت دو اپنی
طبیعت پر ظلم کرو۔ اپنی عقل و فہم سے منکر ہوجاؤ۔ فطرتِ اِنسانی سے لڑپڑو۔
نیچر کی دشمن بنو۔ تمھاری اندر جو ایک جیتی جاگتی چیز آواز دی رہی ہی اور
جسکی گردن پر تم چڑھی بیٹھی ہو اُسکا منھہ پکڑلو۔ جس طبعی اتالیق سے تم
بچپن مین سبق پڑھتی تھی اور جس سے تمنی اِتنا کچھہ سیکھا ہی اُسی بیغرتی سے
نکال باہر کرو اور اُسکی طریقِ تلقین اور اُسکی ہدایتون کو تنفر کی نگاہ سے
دیکھو۔ یہہ سب کچھہ کرو اور صرف اِس واسطی کرو کہ میرا (ذہنِ لفنس جسنی
جسکو رسم و رواج کی ظالم و نالایق سوار نی لنگڑا اور بدراہ کر دیا ہی
کی بُری چالون کا) بول بالا ہو جایے۔ غور و فکر مت کرو۔ تنقیح و تحلیل کو دخل
مت دو۔ توجیہ و تعلیل کی طرف مایل مت ہو۔ دلیل کو کام مین مت لاؤ
ذہن سے اُسکا طبعی کام مت لو۔ غرضکہ تحقیق کا راستہ بند کردو اور تقلید
کی غلام ہوجاؤ مگر تقلید مین بھی تقلید بجا و تقلید بیجا کا اِمتیاز مت رکھو
کیونکہ اگر ایسا کروگی تو پھر عقل سے کام لینا پڑیگا۔ پھر دماغی قوت خرچ ہوگی
پھر دلیل کی احتیاج لازم آیگی۔ پھر بذلِ شعور و صرفِ دانشمندی کی
تکلیف گوارا کروگی۔ پھر مشاہدہ مین جا پڑوگی۔ پھر مکاشفہ کی جادی ہوکی
پھر تجربہ کو اُستاد بنانا پڑیگا۔ پھر مناظرہ کا طریق اختیار کروگی۔ پھر مباحثہ سے

کام ہو گیے - اور پھر عقل سی محاکمہ چاہو گی - غرضکہ نفس ایسی ایسی دھوکی دیتا ہیں
اور سستی اور کاہلی اور رسم و رواج کی بھتنے اِس اِس طرح ڈراتی ہیں - لیکن
جنکی عقل تیز ہی اور جو مرد ہمّت ہیں - جنکی قلب میں صفائی ہیے اور جو صاحب اُمید
ہیں - جو کُمتّم کی برانڈی پیکر تمیز کی بالاخانہ پر سی نیچی نہیں گر پڑی ہیں - وہ رسم و رواج
اِن دھوکھون میں نہیں آتی اور اِن دھمکیوں سی نہیں ڈرتی - وہ صاف دیکھتی
ہیں کہ جس طریق سی ہمنی اتنا کچھہ سیکھا ہی اُسی سی اور زیادہ سیکھہ سکتی
ہیں وہ عقل کی اطاعت کرتی ہوئی میدانِ علم میں بڑھتی ہیں - اُنھیں صحیح
صحیح اور غلط غلط معلوم ہوتا ہی اُنگوٹھی ہوئی مکھی جو کبھی کتاب کی ورق
پر چپکی ہوئی رہجاتی ہی نقاط سی منفرق معلوم ہوتی ہیے - وہ " استخوان
پیش سگان انداختم " کو اپنی نمابقہ عملی کی پہلی دفعہ مقرر کرتیے ہیں - وہ
رازہای قدرت کی دفینوں کو اپنی سینون میں جگہ دیتی جاتی ہیں - اُن کیے
دل کی زبان پر ساری عمر کیا اور کیُون کا سوال جاری رہتا ہی اور اِس
ایک ہی سوال کی سیکڑون - ہزارون - لاکھون دکروڑون - اربوں -
سنکھون جوابون سی اُنکی طبیعت معرفت کی بیش قیمت کتابون
اور بی بہا صحیفون کا کتب خانہ بن جاتی ہی - وہ تقلید بھی کرتیے ہیں - وہ
منقولات کی قایل بھی ہوتی ہیں - وہ پیروی و متابعت کی نعمت سی بھی مُنعم
رہتی ہیں - وہ کسی نہ کسی قانون کو نصاب احکامِ عاصم بھی مانتی ہیں - مگر دا
غلطی نہیں کھاتی - وہ جھوٹ اور سچ کی فرق کو جہانتک طاقتِ انسانی میں ہیے

ہمیشہ دیکھہ لیتی ہیں۔ وہ حفظِ مراتب سی چشم پوشی نہیں کرتی ہے۔ وہ اپنی غلطی پر اعتراف کرنیسی نہیں شرماتی اور ستیہ کی گرہن اور استیہ کی تیاگ میں سدا اُدیت رہتی ہیں قصہ مختصر یہہ کہ وہ سچ کہنی اور سچ کرنیسی کبھی نہیں ڈرتی ہے۔ اُنکا اعتقاد یہہ ہی کہ جب آنکہہ خدانی دیکھنی کیواسطی۔ کان سننی کی واسطی۔ زبان بولنی اور چکھنی کی واسطی۔ ناک سونگھنی کیواسطی۔ دانت چبانی اور کاٹنی کیواسطی۔ ہاتھ چھونی اور پکڑنی اور لینی اور دینی اور اُٹھانی اور بٹھانی کیواسطی۔ پانون۔ چلنی اور پھرنے کی واسطی۔ پھیپھڑے سانس لینی کی واسطی۔ معدہ کیلوس کے واسطی۔ عروق ماساریقہ کیلوس لطیف کو جگر میں پہنچانیکی واسطی۔ امعاء کثیف کیلوس کو دفعہ کرنیکی واسطی۔ جگر کیموس کیواسطی۔ عروق و اوردہ خلاصۂ کیموس کو تمام بدن میں پہنچانی کی واسطی اور جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ چہار حالاتِ طبیعی کی اِتمام کی واسطی بنائی ہین تو عقل بھی کسی کام کی واسطی بنائی ہے۔ دِل و دماغ سی بھی کوئی امرِ مناسب ہی مقصود رکھا ہی۔ کہتی ہیں کہ مَن تمام اندریوں کا راجا ہی اور یہہ بھی کہتی ہیں کہ مخلوقاتِ ارضی میں انسان اشرف المخلوقات ہی اور انسان میں دِل اشرف الاعضا ہی اور دِل کی حاکمہ اور رہبر و ہادی بُدھی ہے۔ پھر اسکی کیا معنی کہ تمام اعضا و قوا تو کام میں لائے جائیں مگر سب سی بڑی قوت دِل جیسی حاکم کی رہنما اور مُصلح ہی بیکار چھوڑ دیجائے ؟ - جو لوگ قوتِ عقلی کو معطل رکھتی ہیں کیا وہ صانع کی بہترین صنایع کی بیقدری اور بیغرتی

نہیں کرتے؟ کتنا بیوقوف اور کیسا نادان ہی وہ شخص اور کیسا سفلہ اور ابلہ ہی وہ آدمی جو بیس نعمتوں میں سی جو اُسی میسر ہین سب سی بہتر اور فاضلتر اور اولتر کو بیکار رکھکر صرف باقی اُنیس کو استعمال مین لانی پر صبر کرتا ہی !! - اگر کسی کو کوئی چیز میسر نہو تو وہ بغیر اسکی کام کرنیمیں معذور ہی - اُس چیز کا نہ مہیا ہونا اُسکا قصور نہیں ہی لیکن جسکی پاس ایک چیز ہو اور چیز بھی کیسی کہ جسکو تمام فایدون کا ماخذ کہنا چاہئی اور وہ اُس سی فایدہ اُٹھانیکا قصد نکری تو اُس سی زیادہ جاہل اور کمبخت اور کون قیاس مین آسکتا ہی - کیا تماشی کی بات ہی کہ جو کچھ تمنی اپنی تمام عمر میں سیکھا ہی سب عقل کی ذریعہ سی سیکھا ہی پھر بھی تم بڑی بڑی وقیع و رفیع معاملون مین عقل کو دخل دینا گناہ خیال کرتی ہو - تمہاری پاس صحت کی ساتھہ سمجھنی اور درستی کی ساتھہ جانیکا آلہ صرف عقل ہی ہے - پھر تم کسی چیز کو بغیر عقل کے سمجھنی کی کیونکر اُمید کرسکتی ہو؟ - تم بہت مرتبہ عقل کی برخلاف بحث کرنیکو طیار ہو جاتی ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ فلان فلان معاملات مین عقل کو دخل نہیں ہے مگر تم نہیں دیکھتی کہ اس بحث کرنی اور اس جواب دینی مین بھی تم عقل ہی سے کام لیتی ہو یا صرف یہہ کہ عقل سی کام لینی کا دعویٰ کرتے ہو - تم عقل کی مدد لیکر عقل سے جنگ کرتے ہو تم جس شاخ پر بیٹھی ہو اُسیکو کاٹنے ہو - اب ذرا انصاف سے کہو کہ تم شیخ چلی ہو یا نہیں - تم نہیں جانتے کہ بغیر قوت ممیزہ کی نہ تمہاری آنکھہ کام دی سکتی ہی نہ تمھاری کان - جسوقت تمہاری

عقل پر تعطیل طاری ہوتی ہی نہ تمھاری زبان ذائقہ لی سکتی ہیے نہ بات چیت کر
سکتی ہیے۔ نہ کسی کو تم چھو سکتی ہو نہ کسی کی چھوٹی کو معلوم کر سکتی ہو جب
بغیر عقل کے تم محض بیکار ہو تو کس برتی پر تم دھرم کی معاملہ میں عقل کو
جواب دیتے ہو اور اُستی اُسکی قوانین (Dictates of reason) کی موافق راستی
و ناراستی کی تحقیق نہیں کرنا چاہتی۔ جب دُنیوی و مادی و بیرونی و خارجی معاملات
صرف حواسون کی ذریعہ سی بلا شرکت عقل تم نہیں سمجھہ سکتی تو ایشور
اور جیو سی متعلق باتین جو مادی و ظاہری و بیرونی و خارجی نہیں ہیں اور جنکو نہ
تمھاری آنکھہ دیکھہ سکتی ہی نہ تمھاری کان مسموع کر سکتی ہیں نہ تمھاری زبان
مزہ دریافت کر سکتی ہیے نہ تمھاری ہاتھہ چھو سکتی ہیں۔ جو تمھاری حواسون
کی حدود عمل سی بالکل باہر ہین۔ تم عقل کی معرفت نہ سمجھو گے تو اور کس کی معرفت
سمجھو گی۔ منقول صحیح بھی ہو سکتا ہی اور منقول غلط بھی ہو سکتا ہی کیونکہ
ہر خبر میں صدق و کذب دونون کا احتمال ممکن ہی۔ پس اگر تم عقل کی پیروی کرو گے
تو منقول کی صحیح اجزاء کو منقول کی غلط اجزاء سی کیونکر تمیز کر سکو گی۔ منقولات
کا امتحان صرف معقولات سی ہو سکتا ہی۔ تمکو واجب ہیے کہ تم
بی تعصب محقق بنو اور جس امر کی حقیقت کو جاننا چاہتی ہو نہ وقت تحقیقات
اُسکی حمایت کرو اور نہ اُستی دُشمنی رکھو۔ انسان کی تحقیقات طبیعی کمزوریاں ہیں
جنکی تشریح کافی وضاحت کی ساتھہ ہم اوپر بیان کر آئی ہیں۔ تم اپنا مادی منافع
کیونکہ فطری طریق پر چلنی سیے ہی انسان ضوابط فطرت کو جس حد تک کہ

انسان کی واسطی انکا علم مقرر کیا گیا ہی - اُنھیں سمجھہ سکتا ہی تمھیں ہمارا یہہ بیان
ضرور یاد ہوگا کہ بہ اعتبار اوضاع فطری تمام آدمی پیدائش مین برابر ہین

"ہین اگر ہوا ہمکو خیالِ نیک و بد پیدا"
"ازل مین ایک ہی مبدا تھا ہندو مسلمان کا"

جب آدمی ہوش سنبھالتا ہی اور نیک و بد کی پہچاننی کی قوت حاصل کرتا ہی اسوقت
اُسکی لئے ضرور ہوتا ہی کہ اپنی واسطی نیک راستہ تلاش کری - یہہ ضرور نہیں کہ
ماں باپ کی مذہب کو خواہ مخواہ بلا تحقیق و تفتیش اپنا مذہب قرار دی بیٹھی کیسی
تاریک باطن ہین وہ لوگ جو اِس قدر کہہ بیٹھتی ہین کہ اگر خدا کو ہمین اِس مذہب
مین رکھنا منظور نہ تھا یا اگر خدا کو یہہ مذہب پسند نہ تھا تو ہمیں اِس مذہب کی ماں باپ
کی اولاد کیون بنایا - کیا وہ شنکر آچاریہ کی اِس قول کو فراموش کر دیتی ہین
کہ "کل انسان پیدائش میں شودر ہیں" - جس سی یہہ امر مفہوم ہوتا ہی
کہ بوضع فطرت انکی ماں باپ کی نطفہ کا اثر بہ اعتبار انکی استعداد قبول مذہب کی
اُنپر کچھہ بھی نہیں پڑا - دوسری یہہ کہ ایک مذہب والا دوسری مذہب والون
کو جہنمی قرار دیتا ہی پھر وعظ و نصایح سی کیا مقصود ہی اور الہام ربّی کتنا محدود
اور خلافِ شانِ خالقِ کل ثابت ہوتا ہی - تیسری یہہ کہ چور کی گھر جو لڑکا
پیدا ہوتا ہی اُسکی واسطی اپنی بزرگون کا طریق چھوڑنا کیوں درست ہی -
چوتھی یہہ کہ بعض معاملات مین متقدمین سی متاخرین کیون سبقت لیجاتی
ہیں - غرضکہ تم کسی راستہ کو جاؤ تمکو عقل سی کبھی کسی صورت ممکن نہیں

ان مراتبِ ابتدائی کی بعد اب ہم حضراتِ برن آشرم دھرم سبھا سی دریافت
کرتی ہیں کہ کیا آپنے طریقِ تحقیق سچی دل سی اختیار کیا ہی - کیا آپ کو واقعی احقاقِ
حق و ابطالِ باطل بدل منظور ہی - کیا آپ نی جو کچھ لکھا ہی اُس کی الفاظ سی صرف
باتیں بنانا - تہذیب کا منھ چڑانا اور مباحثہ سی جان بچانا اور جی چرانا ثابت
نہیں ہوتا - کیا آپ کی شرط نمبر ۱۳ مندرجہ صفحہ ۹ رسالہ زیر تردید "کوئی
بحث طبعی خلاف وید ...... نہوگی" سی واضح نہیں ہوتا کہ آپ منقول
کی صحت کو معقولات سی ثابت کرنا نہیں چاہتی - ہم آپ سی دریافت کرتی ہیں کہ
لفظ طبعی کی کیا معنی ہیں - ہم دعوی سی کہتی ہیں کہ علمِ کلام و معرفتِ الہی
و فلسفہ و دینیات میں طبیعت کی معنی فطرتِ الہی کی ہیں اور جو امر فطرت اللہ
سی تعلق رکھتا ہی طبعی کہلاتا ہی - کیا آپ وید اور ستیہ شاستر کو فطرتِ
الہی کی خلاف سمجھتی ہیں؟ کیا آپ کی رائی میں ایشور کا قول اُسکی فعل سی الٹا
ہی؟ اگر ایسا نہیں ہی تو آپ "بحث طبعی" کو "خلاف وید و شاستر" کیسے
ہونا کیونکر ممکن خیال کرتی ہیں؟ کیا آپ کی رای مبارک میں اجتماع نقیضین
ممکن ہی؟ افسوس صد افسوس!! آپ ایشور کرت ویدوں کو طبیعت و
فطرت کا مخالف قرار دیتی ہوئی بھی نہیں ڈرتے! آپ اپنی آپ کو لاکھ
چھپا دیں مگر ہم سی آپ چھپ نہیں سکتی - کیا آپ کوئی نئی ہیں؟ ! ہم
تو آپ کی پرانی قدر دان ہیں - اب بھی ہم آپکا مطلب بخوبی سمجھ گئی -
آپ مجہول بحث کو اپنی چالاکی سی بحثِ صحیح یا علم متعارف قرار دینا چاہتی ہیں

جسمیں بقاعدہ منطق علاوہ اور غلطیوں کی غلطی دُور بھی واقع ہوتی ہیے - بحث ہوتی
ہی معانی ومطالب سی اور معانی ومطالب نکلتی ہیں الفاظ سی اور الفاظ کثیر المعنی
ومشترک المعنی بھی ہوتی ہیں - آپنے سوچ رکھا ہی کہ جو الفاظ کتب مقدسہ مین
ایسی مِل جاینگی کہ جنمیں باوجود اور ہی معانی صحیح الحقیقت موجود ہونیکی اگر نام کو
بھی کوئی شباہت آپکی مدعا سی متعلق پائی گئی تو غل مچادینگی کہ یعنی فلان لفظ
ویدوں میں موجود ہی اور اسکی معنی امرکوش مین یہہ بھی لکھی ہیں مگر یہہ نہ دیکھینگے
کہ کتاب الہامی ایسی نامعقول وغیر مقبول معانی کو برداشت کرکیے کتاب
الہامی ہوسکتی ہی یا نہیں یا یہہ کہ مطالب معلوم فطرت الہی کی موافق ہین یا
مخالف اور باوصف مخالف فطرت ہونیکی کوئی چیز خالق فطرت سی منسوب
ہوسکتی ہیے یا نہین - ہر صادق محقق کیے دل میں پہلا سوال یہہ پیدا ہونا چاہئیے
کہ مذہب اور دھرم کسکو کہتی ہیں پھر اُسکو اپنی اندرونی جوابدہ سی یہہ بھی
پوچھنا چاہئیے کہ کوئی ہدایت خالق عالم کیطرف سی آدمی کی واسطی ضروری ہیے
یا نہین - ہم دعوی سیے کہتی ہیں اور بپابندی قواعد منطق وفلسفہ اِس امر کا بار
ثبوت بھی اپنی ذمہ لیتی ہیں کہ انسان کا دل اُسکو ضرور جواب دیگا کہ نوع انسان
کی واسطی الہام بالذات ایک طبعی بات ہی : [ہم اس موقعہ پر اپنی ناظرین
باتمکین کی خدمت میں یہہ بھی التماس کرتے ہیں کہ رسالہ آریہ سماچار میرٹھہ
کی جن مضامین میں اِس امر پر مفصل بحثیں درج ہو چکی ہیں اُنکو بھی ملاحظہ
فرمالیں] اِس کیے بعد بالطبع یہہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ جب مختلف کتب

کی نسبت الہامی ہونیکا دعوی کیا جاتا ہی اور اُن مختلف کتب مین باخود بھی اختلاف پایا جاتا ہی یا جب الہام ہمارے وقت سی پہلی ہو چکا ہی اور زمانہ کی ہاتھون سی زمانہ کی چیزون مین کمی وزیادتی بھی ہوتی رہتی ہے تو کیسی معلوم کیا جائی کہ صحیح الہام فلان کتاب یا اُس کتاب کا فلان فقرہ ہی۔ ہمیں یہہ اطمینان کیونکر حاصل ہو کہ اِس یا اُس کتاب کی مندرجہ ہدایتون پر چلنی سی ہم نجات حاصل کرسکتی ہیں۔ ہم کئی مرتبہ کہہ چکی ہیں کہ تمام نوعِ انسان کی بچی دیگر مخلوقاتِ حیوانی کیے موافق برابر و یکسان ہوتے ہیں۔ قوتِ ممیزہ کی نشو و نما حاصل کرنی پر کوئی شخص کیونکر فیصلہ کری کہ ہدایاتِ توریت بجا ہیں یا اقوالِ انجیل۔ احکام قران درست ہیں یا مرقومات بودہ وجین وید ستیہ کی ہدایت کرتے ہیں یا اُنکی بدنام کرنیوالی اٹھارہ پُران۔ دِل کی ساتھ ایشور کی طرف دھیان لگانا۔ اُسکی اوصاف کو اپنی ہردیے میں قایم کرنا۔ اُسکی لامحدودیت کو سوچنا۔ اُسکی صفاتِ کمالی کیے بچارنی اور منن کرنیسی تصفیہ باطن کرنا اُسکی محیطِ کُل اور سروادھار اور پوتر ہونیکو تصور مین لانا اور اپنی قوای روحانی کو ناشی و نامی بنانا اور تاثیراتِ سفلی کو اپنی جیوسی ہٹانا خلاصہ یہہ کہ برم آتما کی اُپاسنا اور پرارتھنا کرنا باعثِ نجات ہو سکتا ہی یا ایک پتھر کے استوان یعنی مہادیو جی کے لنگ (عضو تناسل) کو پانی سیے تر کرنا۔ گنیش جی کی واسطی انسان کا جسم تجویز کرکیے اُسمیں ہاتھی کی سونڈ لگا دینا اور اُنکو توندوالا اور بڑا موٹا فرض کرکیے اُنھیں چوہی پر سوار کر دینا اور پھر اُنکو واجبِ پرستش بتانا۔ ایک شخص کو کرشن تجویز کرکیے اور چند لونڈون کو عورتین قرار دیکر اور کرشن کی گوپیان اور مستورات مقرر

کرنی انکو نچانا اور کرشن کو آدھاسی جو ایک اور شخص کی منکوحہ تھی تعلق عاشقی و معشوقی نافذ کرنا ـ بجای اعمال نیک کی راحت رسان ہونی پر اعتقاد رکھنی کی گینڈی اور لال بکری کی گوشت سی مان باپ کی ارواح کو اننت برس تک ترپت رکھنا وغیرہ

اس موقعہ پر ہمنی ان مثالون کو ان کی لغویت پر بحث کرنیکی غرض سی تحریر نہیں کیا ـ ہمارا مطلب صرف یہہ ہی کہ امور مختلف النوع کون کون افراد میں کس وجہ سی قابل تسلیم ہیں اور کون کون کس کس باعث سی لائق تردید ـ ہماری رای میں اس حقیقت کی سمجھنی اور اس دھات کی پرکھنی کی کسوٹی صرف عقل انسانی بقید اصول فطرت ہی ہو سکتی ہی اور کوئی نہیں ـ بیشک شاستر کی ایک قدیم الایام عالم و فاضل مفسر نے کیا خوب فرمایا ہی (دیکھو شانکر بھاشیہ یعنی

۱؎ اور ذرا اس شلوک کو بھی ملاحظہ فرمائیے

गोपोनामधरसुधारसस्य पानैरुत्तुङ्गस्तनकलशोपगूहनैश्च
आश्चर्यैरपरतबिभ्रमैर्मुरारेः संसारे मतिरभवत् प्रहर्षिणोह ॥

ترجمہ گوپیون کی ادھرامرت رس کی پان اور اتنگ ستن کلسون کی آلنگن اور رتی کیلی کرادبھت بلاس سے اس سنسار مین مُراری کا من اتینت ہرشت ہوا ـ

۲؎

कालशाकं महाशल्का: खड्गलोहामिषम्मधु
आनंत्यायैवकल्प्यंते मुन्यन्नानि च सर्वश: ॥

ترجمہ کال شاک ـ مہاشلک (ایک مچھلی کا نام ہی) گینڈا اور لال بکرا ان سب مین سی کسیکا گوشت (شرادہ مین) دینی سے اور مدُہ (شہد) سی اور دینی سے (متوفی کو) ابدالاباد تک نجات حاصل ہوتی ہے

یہہ شلوک جو ایک بڑی سر براوردہ پران سی لیا گیا ہی الیا غیر مہذب اتنا بیہودہ اسقدر فحش اور کرشن جی مہاراج کی شان مین اسدرجہ گستاخ و بی ادب ہی کہ ہم اسکو حاشیۂ مندرجہ بالا مین لکھتی وقت کہلی الفاظ اور صاف اردو مین ترجمہ کرنیکی جرأت نہ کر سکے

(ویشیشک کی سوترون کی تفسیر)

" बुद्धि बोध्यानि शास्त्राणि बुद्धि शास्त्रं न पृच्छति। यथा सचक्षुषो दीपं पश्येत निश्चक्षुषो दीपं न पश्यति "

"بُدّھی (عقلِ فطری) سے ہی جاننے اور ماننے یوگ شاستر ہے۔ بُدھی سے بڑھ کر نہیں کیونکہ بُدھی رہت آدمی شاستر مین سوال ہی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ آنکھوں والا منش ہی چراغ کی روشنی (یعنی روپ کو) دیکھتا ہے۔ نیتر رہت یعنی اندھا شمع روشن کی روشنی سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتا" ۔ کس خوبی و لطافت سے اس شلوک میں عقلِ فطری کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اسکے الفاظ سے صاف عیان ہے کہ مفسر کے نزدیک شاستر کے مطالب میں سوال کرنا ہی سب سے بڑی بات ہے کیونکہ بغیر اسکے شاستر کی حقیت پر اطمینان نہیں ہو سکتا اور بُدھی کی گواہی حاصل نہیں ہوتی جس امر کی ہونے سے شاستر "جاننے اور ماننے یوگیہ" نہیں ٹھہرتا ۔ مفسر نے جو مثال پیش کی ہے اس میں عقلِ فطری کو آنکھ ٹھہرایا ہے جسکی کھوبنی بغیر کسی روشنی کو ہم روشنی نہیں کہہ سکتے اور جسکی مدد بغیر ہمکو روشنی و تاریکی کا فرق نہیں معلوم ہو سکتا ۔ کوئی اندھا آفتاب کی نور اور ماہتاب کی تاب پر شہادت نہیں دے سکتا اسی طرح تاوقتیکہ ہم عقلِ فطری سے امتحان نہ کرلیں کسی کتاب کے اقوال و احکام کو واجب التسلیم نہیں ٹھہرا سکتے ۔

اگر کوئی امر بذاتِ خود نامعقول ہی تو نہ وہ خدا کی ہدایت ہو سکتا ہی نہ کسی
بزرگ باعقل کی اور جو لوگ امورِ نامعقول کو ایشور کی ہدایات اور رِشیون مُنیون
کی اقوال بتلاتی ہین وہ اپنی خبثِ باطن سی مجبور ہو کر بیوقوفون کی واسطی در پردہ
اور دانشمندون کی واسطی صریحًا ایشور کو انسانِ ضعیف البنیان سی کمتر
اور ناقص تر ٹہراتی ہیں اور رِشیون مُنیون کو بھی گالیان دیتی ہین — ہم پھر تمھاری
توجہ کو مطلب اصلی کی طرف رجوع کرنیکی درخواست کر کی دریافت کرتے
ہین کہ جبوقت انسان کی طبیعت وضع فطرت کی موافق [illegible]
تحقیقات کی طرف مائل ہو کر اس مرحل مین قدم رکھتی ہی (اگر) پہلا
امر جو اُسکی علم مین آئے یہہ ہو کہ اس تمام عالم کا کوئی پیدا کرنیوالا ضرور ہی تو
اثر ما طبیعت مذکور میں بشرطِ ثباتِ عقل کیا یہہ سوال فوراً پیدا نہ ہوگا کہ
جب مخلوقات کا خالق اور مصنوعات کا صانع ہونا ایک امرِ طبعی اور بواسطہ
خود لابدی ہے تو وہ خالق و صانع کیسا اور کس طرح کا اور کن اوصاف سی
موصوف ہونا چاہئی — صفات کی تجویز کرتے وقت اور خصائص
ایجابی و سلبی (सगुण और निर्गुण) کی قایم کرنیکی
ساتھہ ممکن نہیں کہ محقق کا ذہن صفات و خصائصِ مذکور کے تعلق
باہمی پر نظر نہ ڈالی اور نہ دیکھی کہ کہانتک ایک صفت دوسری سی مربوط
مخلوط اور اُسکی لازم و موید ہی — اُسکی دانائی اس بات کو ہرگز نہ قبول
کریگی کہ ایک وصفِ مفروضہ دوسری وصفِ مفروضہ کا خود بخود ہو اور ایک

تصور ذات باری جسکو ہم اپنی خیالات کی ایک پہلو سی مقیاس بناتی ہین دوسری
تصور کو جو ہماری تخیل کے دوسری پہلو کا موازنہ ہی بالکل جڑ سی اکھاڑ دی -
اُسکی نزدیک ایشور کی ایک صفت دوسری کو خود واجب ٹھہرائیگی اور
وجوب در حقیقت سوای اسکی اور کچھہ ثابت نہوگا کہ جو وجود (واجب الوجود
علی الاطلاق ہی اسکا ایک وصف مطلق دوسری وصف
مطلق کا مغایر نہین ہو سکتا - ہم جو ہر ایک وصف کو علاحدہ اور جدا گانہ
خیال سی دیکھتی ہین - اِسکی وجہ صرف ہماری قوتِ عقلی کا صورتِ موجودہ
مین عدیم الاطلاق ہونا ہے - ہم پیمانۂ عقلی کی محدودیت کی باعث
پہلوی عقل پر نظر رکھا اوصاف کو اضعاف قرار دی لیتی ہیں مگر جیسا کہ
موازنت مین اضعاف کا واحد النوع ہونا ضرور رہی ہے ویسا ہی اوصافِ
خداوندی کو حقیقتہ واحد سمجھنا چاہئی - پھر کیسی ممکن ہے کہ ایشور
کا ایک گن دوسری گن کی ضد ہو -

جب محقق کی عقل یہانتک کام کر چکی تب اُسکو گویا تحقیقات
کی راستہ کی سمت معلوم ہوگئی اور اُسنی اُس سمت کو پیش نظر رکھکر عالم
حقائق عقلی کی ماہیت کو جاننا چاہا - بی ساختہ اُسکی دل سی پہلا سوال
یہہ اُٹھا کہ عقل بسیط کی آنکھون کا نور جسی حکمای آریاورت اپنی اصطلاح
مین ست گیان کہتی ہین دُنیا مین کہان سی آیا - اِسکی جواب مین معاً
اُسکی دل نی صدا دی کہ " سب ست ودیا او جو پدارتھ

ودیا سی جاتی ہین ان سبکا آدِمول پرمیشر ہی

اِسکی بعد اُسی معلوم ہوا کہ اِسی اِلقای علم حقیقی وا خذ معرفتِ ربانی کا ذریعہ وہ حقیقت امری ہے جِسی اِلہام کہتی ہین - اُسکی راستبازطبیعت تشنۂ الہی کے آبِ لقا کا چشمہ بن رہی تھی جسمین ہروقت آبِ غیرت گوہر جاری تھا اِس آبِ حیات کی زیادتی سی اُسکی طبیعت انتہا تک بھرگئی اور اُسکی سینہ مین ایک بڑا بھاری جوش آگیا مگر چونکہ پانی ہمیشہ اپنی ہمواری قایم رکھتا ہی اِ (*Water finds its own level. Nat: Phy.*)

باوجود اِس جوش کے درجۂ معدلتِ عقلی سی نہ گزری اور راہِ تلاش مین خطا نہوئی - اُسکا مقدس قلب چلانی لگا اور اُسکی صافی مذاق دِل کی زبان سے آواز برآمد ہوئی کہ "میری معشوق کا قاصد کون ہے اور میرے مطلوب کا خط کہان ہی" وہ سرتاپا محوِ طلبِ الہام ہوگیا اور اُسکی ہر ہر مسام مین آبِ الہام کی پیاس بھڑک اُٹھی - اُسکی یہہ حالت دیکھکر ایک چار ہزار برس کے بوڑھے نی ایک صحیفہ موسوم بہ توریت اُسکی آگی لا دھرا جسکو اُس شدید اُمتلاشی نی بڑی محبت کے ساتھہ اُٹھالیا - اِسکی بعد ایک اٹھارہ سو سال کے البیلی شایستہ جنٹلمین یوروپی لباس مین ملبوس تشریف لائی اور ایک نہایت عمدہ مذہب اور بیش قیمت جلد کی کتاب پیش کر کے فرمانی لگی کہ بھائی اگر تو پیاسا ہی تو اِس پانی کو پی اور تو بہت جلد آسودہ

[illegible] موسوم بہ آریا سماج کا پہلا نمبر ہے

ہو جائیگا - اُس نیکمردنی اُس محسن کا ہاتھہ چوم لیا اور دُعا دیکر اُس سی اُسکی کتاب
لے لی - اِسکی پیچھی ایک بہت چُست و چالاک تیرہ سو برس کا پتا دینی والا ایک
ہاتھہ مین ایک تلوار اور دوسری ہاتھہ مین ایک بستہ لئی ہوئی اپنی اُونٹ کو
دروازی سی باہر چھوڑ مکان کی اندر آکر بڑی زور سی چلّاکر بولا کہ " تیری اوپر
سلامتی ہو! " لی یہہ سب سے آخر اور سب سے بہتر کتاب ہے اِسی پڑھہ اور تیری
دِل کا مطلب بر آئیگا - اُس راہِ حق بے جویانی اپنی عادت کی موافق جیسا کہ
پہلی بزرگون کی ساتھہ کیا تھا اِس نئی آنیوالے کے ساتھہ بھی کیا اور اِس
نزدیک کو بھی اپنی پہلو مین بٹھایا اور اُسکی کتاب کو لیکر اپنی سر پر رکھہ لیا اور کہا
اَی آنیوالی اور احسان کرنیوالی اگر ممکن ہوتا تو مین تجھکو بھی تیری صورت کے ساتھہ
اپنی دِل مین جگہہ دیتا - اِن کی بعد اور بھی کئی بزرگ وارِد ہوئی اور سبکی ساتھہ
وہ راہِ خُدا کا ڈھونڈھنی والا ایک ہی طرز اور ایک ہی طریق سی پیش آیا -
سب سے آخر مین اور اِن سب کے بعد ایک زندۂ جاوید درویش - نورِ عِرفان
کا پُتلا کمال کا بھرا ہوا - فرشتہ خصال - الہام مقال - کاشفِ رموزِ حقیقت
واقفِ نِصوالِطِ فِطرت - فخرِ اربابِ حِکمت - افتخارِ عُلمای کُلیّت - مُبصرِ قدرت
ادب آموزِ صِدق و محبّت - رِشیون اور مُنیون کی بشارت

" فروغ دِل و دیدۂ مُقبلان "
" ولی نعمتِ جملہ صاحبدلان "

سنتیہ کا بانا پہنی ہوئی - من اور تن کو دھرم کی رنگ مین رنگی ہوئی - آنند کا

شنو روپ بنائی ہوئی نفس کو قابو مین کیی ہوئی رازہای بستر کی کنجی ساتھ لئی ہوئی حق الیقین کی درجہ کو پہنچی ہوئی انتہای تیقن کو پائی ہوئی غایتِ استقلال کو کارپرواز بنائی ہوئی مجسّم فخرِ انسانی اور سرتاپا شرفِ روحانی بنکر کمالِ جلال دکھاتا ہوا اور جلال کمال ظاہر کرتا ہوا رحمتِ الہی کی طرح وارد ہوا - اربابِ صفائی اپنا دل فرشِ راہ کیا اور بہ آدابِ مناسب آپ سی تلقین وہدایت کی ملتجی ہوئی - معتقدین کی صفاتِ منتخب پر نظر ڈالکر اور آپکے لاجواب اوصافِ محمودہ سی مطابق کرکر مجمع مین سی ایک شخص کی زبان سی معاً نکلا

آنچہ ایشان ہمہ دارند تو تنہا داری

ایک اور نی جو آپ کی جوشِ حقانی وزورِ روحانی کو دیکھا تو بی اختیار چلا اٹھا اور بولا کہ

"آہو کا اور شیر کا انداز اور ہیے"

"حقالہ سحر اور ہے اعجاز اور ہیے"

اسکی بعد اس فخرِ نوعِ انسان نی وجودِ حقائق حقہ کی چار عنصر یعنی چار ویدون کو ہماری مذکورۃ الصدر شیدای صادق کیے آگی رکھدیا اور بڑی میٹھی بانی اور پیاری بولی یعنی سنسکرت زبان مین کچھ فرمایا - وِدیا کی اٹھ جانی اور اودیا کی پھیلنی سی آپکی دُرہای از درج زبان مین ہی امانت رہی اور اسوقت کوئی آن سی مستفید نہو سکا - اسپر [illegible] ین کو مترجم کی تلاش پڑی باہر جاکر جو دیکھا تو ایک جگہ ایک ×معانی فہم و دقیقہ رس صاحب بھی نظر آئی انکو لوگ اندر بلالائی انھون ×معنی
نی آتی ہی جگت بکھیات رشی کی تقریر پرتاثیر کا مطلب فارسی نظم اسطرح بیان کرنا

شروع کیا

ص در طلوعِ معرفت خورشید وید ؛ باضمیرت زندۂ جاوید وید

وید باشد مُخبرِ مطلوبِ عشق ؛ وید آمد حاملِ مکتوبِ عشق

عاشقانرا با تو شُد هردم خطاب ؛ کای اُلُوالالہامِ والامّ الکتاب

مُژدہ مہرِ مستمندان آمدی ؛ تو دوای دردمندان آمدی

از تو پیدا شُد نشانِ حکمِ حق ؛ نقطہ نقطہ ترجمانِ حکمِ حق

وید باشد مطلعِ انوارِ غیب ؛ وید آمد مظہرِ اسرارِ غیب

بامعارف متفق با عقل و فہم ؛ باحقایق مُثبتِ انصاف و رحم

با وسایل جانیِ روح و جسد ؛ با دلایل قاطعِ بُغض و حسد

با عبارات پُر از نور و ضیا ؛ با معانی پُر از صدق و صفا

آنکہ غیر از علمِ وید آموختی ؛ بیخبر سامانِ غم اندوختی

آنکہ از بُطلان چراغ افروختی ؛ ز آتشِ ناکامی خود سوختی

علمِ ناحق عقل را باطل کند ؛ قوّتِ ادراک را باطل کند

ہست وصفِ راستی جلبِ قلوب ؛ باز دارد راستی قلبِ قلوب

راستانرا راستی امداد کرد ؛ راستی شمشاد را آزاد کرد

قلب داری چون بہ سینہ راستباز ؛ باکسی ہرگز نیائی بانیاز

راستی نورِ نگاہِ معرفت ؛ یا ظہورِ صبحگاہِ معرفت

راستی خورشید و ماہِ معرفت ؛ راستی ہم شمعِ راہِ معرفت

ص اشعار مندرجہ مثنوی اسرار التنزیل مصنفہ پنڈت امراؤ سنگھ صاحب جناب سرکرشن کی نوٹس

ذاتِ نورِ حقیقی راست راست	موردِ الطافِ حق دیگر کجاست
دشمنت حیران شود از راستی	مشکلت آسان شود از راستی
راستی حسنِ طبیعت را ضیا	راستی آئینۂ دل را صفا
راستی در صدفِ ایمان گوہر است	راستی در ذاتِ انسان جوہر است
راستی شد قاصدِ حق را دلیل	ومید آمد قاصد از حقِ جلیل
قاصدا جان و تنم بر تو نثار	زانکہ می آئی تو با تصویرِ یار
از تو پیدا صحبتِ اثباتِ حق	از تو زائیدہ ست علمِ ذاتِ حق
موجبِ احیاءِ اشیا نا پدید	رازِ ہستی را توئی اما کلید

یہہ بات کی پرشش ہو رہی ہی تھی کہ دروازہ پر ایک بڑا شور و غوغا سنائی دیا اور نہایت وحشت کی ساتھہ ایک بڑا قافلہ بھیانک صورت بنائی ہوئی میلی کچیلی متعفن دھوتیاں باندھے ہوئے پیشانیوں پر لال پیلی سٹامپ لگائی ہوئی عقل کو گالیاں دیتی ہوئی بیعقلی کی بیجے مناتی ہوئی ۔ مردہ پرستی و سنگ پرستی و کوہ پرستی و دریا پرستی و درخت پرستی و گاو پرستی ۔ و خر پرستی و سگ پرستی ۔ و خاک پرستی و گوبر پرستی و اعضا پرستی و مجانین پرستی و خود پرستی اور بھوت پرستی اور چڑیل پرستی اور جن پرستی و شیطان پرستی اور بھیانک پرستی اور وچک پرستی وغیرہ وغیرہ کی دھن سناتی ہوئی اور اپنی ساتھہ ایک غیر مہذب بدطریق ۔ بدتہذیب ۔ نالایق ۔ بدزبان ۔ ناتربیت یافتہ اکھڑ ۔ شرابی و ہنگڑ گروہ لئی ہوئی آپس میں لڑتی جھگڑتی بلای ناگہانی کی طرح نازل ہوئی ۔ ایک بوالسیر بابا وہ تھا جنہی ساری دنیا پیدا کی ہے ۔ میں بجای رحم مادر سی برآمد ہونیکے اپنی باپ کے سر سی نکلا ہوں ۔ میری باپ کی برابر کوئی سا تم دھ دالا ہی نہیں ہوا

اسکا ایک چھوٹا سا معجزہ یہہ ہی کہ اسنی اپنی دُختر نیک اختر سی زنا کیا ہی چنانچہ اسی بی
تائید مین میری پُرانی یار تلسی داس بیراگی بھنگ کی ترنگ مین فرما گئی ہین کہ

"سامرتھہ کو نہیں دوش گسائین"

دوسری صاحب ڈینگ مارنی لگی کہ میری ممدوح نی اپنی کمال سے دیوتاؤن کی نعوذ
باللہ (جو اتنی بڑی صاحبِ عصمت اور خوش پسند تھی کہ اپنی حوران بہشتی کو
چھوڑ اور اُن پر صبر نکر گوتم رشی کی جورو سی زنا کی مرتکب ہوئی) کی جسم مین ایکہزار
بھگ (جای مخصوصِ زن) پیدا کردین - ذرا غور تو فرمائی کہ کیسی حیا اور کیسی
لیاقت اور کیسی تمیز کا کام کیا - واقعی خدا رسیدہ ہونی کی یہی پہچان ہی -
تیسری صاحب پکاری کہ جن کی گُن مین گاتا ہون اُنکی مان کی ناک مین حلت
بیجا کی - وہ عصمت مآب اُسی راہ سی حمل پذیر ہوگئین اور میری دھرم کی انجیر
اور شاستر کی اُدور سیّر نی صاحب محمول کی بچہ دان مین پہنچنی کیلئی اُسی
طرف سی سڑک طیار کردی اور بعد کچھہ عرصہ یا شاید ایّام معہودہ کی میری ممدوح کو
چھینک جو آئی تو وضعِ حمل بھی ناک کی راہ ہی ہوگیا اور تا سکیت جی مہاراج اس
صورت پیدا ہوئی - ایک چوتھی صاحب دُرفشان ہوئی کہ میرا خالق تو کھن چرایا
کرتا تھا اور رشکِ واجد علی شاہ بنکر گوری چٹی گوالنون کی ساتھہ رقص و سرود
کیا کرتا تھا - اِس بات کا کہنا تھا کہ ایک پانچوین صاحب مارے غصہ کی آگ ہو گئے
اور جھلا کر بولے کہ بس! میری سامنی اِس قسم کا دعوی کرنیکا حوصلہ نکرنا -
کیا تمھین میری معبود کی عظمت و شان معلوم نہین ہی - جنکی عضو تناسل کی

پیمائش تیری معبودۂ شنوسی بھی نہو سکی جو میدان سی منھہ موڑ آلاتِ پیمائش کو چھوڑ اپنی
گھر کو چلا گیا — ایک اور صاحب گویا ہوئی کہ میری معبودہ کالی مائی تو بکرا اور بھینسا
کھاتی اور شراب نوش جان فرماتی ہی — تیرا معبودۂ شنو تو نرا اُبھنیا ہیے — اِسپر ایک
پنڈت صاحب ڈرجھگڑ کر بولی کہ بس جاؤ زیادہ دماغ مت چاٹو — تمھاری الشیور نے تو
غنیا لیا ہیے — میری الشیور کی بہادری کو دیکھو جو ایک مرتبہ شُوَر بھی بن گیا تھا ×خنزیر
وہ افتخارِ جماعۂ انسانی وہ واقفِ رموزِ یزدانی وہ چہرہ کشای عروسِ حقیقت
وہ شمعِ فانوسِ معرفت — وہ " فروغِ دل و دیدۂ مقبلان " ولی نعمتِ جملہ صاحبدلان "
جنکا ذکرِ خیر ہم اِس سی پہلی کر چکی ہیں رموزِ معرفت کو سمجھا کر اور اختصار کو پیشِ خاطر
رکھہ کر بقولِ انکہ

" تلقینِ درس اہلِ نظر یک اشارت است "
" کردم اشارتی و مکرر نمی کنم "

وہان سی سدھاری — اور یہہ قافلۂ غول صفت بیہودہ گوئی اور لغو اندیشی سیے
تضیعِ وقت کرتا رہا — مگر واہ ری ہمارے محقق ! باوجود ایسی بیہودگیون کے
جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہیے اُسنی اٹھارہ پورانون اور اٹھارہ اُپ پرانون اور اُنکی
بی تعداد شاخون کو بلا تحقیقات مردود نہ ٹھہرایا مگر طبعاً اِتنا ہوا کہ اُنکی ہیرو دن کے
اقوال کو سُن اور افعال کو دیکھکر اُن کی کتابون کو اپنی پہلو مین جگہ نہ دی البتہ اِتنا کیا
کہ اُنہین ایک الماری مین رکھوا دیا —
اِس تمثیلِ مطلب خیز کی پیش کرنے لبعد ہم برن آشرم دھرم بردھنی سبھا

دہلی کے معزز ولائق پریزیڈنٹ اور اپنی ہموطن وفائق دوست جناب بابو بریجبوکھن لال صاحب سے بہ ادب تمام دریافت کرتے ہین کہ ہمارا فضی محقق اِن تمام کُتبِ موصولہ مین جنمین سی بعض کی نسبت الہامی ہونی اور بعض کی بابت منقولات وماخوذاتِ الہامی ہونیکا دعوی کیا گیا ہے کس یا کِن کو الہامی ومُطابق وموافق الہام مانی اور کس یا کن کو اوصافِ مذکور کے خلاف جانی - وہ کونسا اصل الاصول ہی - وہ کیا مادّہ ہی - وہ کون Faculty ہی - وہ پریکشا کی کونسی کسوٹی ہے جسکے مدد سی یہہ سب سے پہلا دقیقہ حلّ ہو سکتا ہی ؟ - کیا آپ کہہ سکتی ہین کہ Reason اور احکام عقل بسیط کی سوا اور کوئی دوسری شے امرِ معلوم کی استقرار اور نتیجہ مُستنبط کے جانچنی پرتال کرنیکی محک و معیار ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہین کہہ سکتی ! اگر کہہ سکتی ہو تو کہئی اور بتلائیے کہ سوای دلایلِ معقول کے اور کس باعث سی آپ توریت وانجیل وقرآن وغیرہ کو الہامی نہین مانتی اور وید کو احکام الہی کی کتاب تصور کرتے ہو اور اگر اپنی دعاوی کا ثبوت دلایلِ عقلی سے ہی دینا منظور کرتے ہو تو ضوابطِ عقلی کو صورتِ تقابل مین کیون قابلِ اطمینان نہین مانتی اور امورِ مندرجۂ وید مین سے ہر امر اور حقایقِ الہام منزل مین سی ہر حقیقت معقول ہونیکی بنا پر (جو بنای لازم ہی) برقرار ہونا کیون تسلیم نہین کرتے ہو ؟ اگر کرتے ہو تو بُت پرستی و مُردہ پرستی اور نغو پرستی و بھوت پرستی کا باخود نامعقول و مُدلّل ہونا بہ پابندی قواعد منطق وفلسفہ ثابت کرو - کیونکہ کوئی نامعقول امر اور بی سروپا بات کتابِ الہامی کا جزو ہونی چاہیے -

جب تم اپنی دعوی کی اس ثبوت مین کامیاب ہو جاؤ گی تب تمھین اختیار ہے
جس وید سی چاہو بت پرستی منسوب کرنا اور جس سے چاہو مردہ پرستی کو متعلق ٹھہرانا
لیکن جب تم لغویات کو معقول ثابت کرنے سی ہی عاجز ہو تو کیون کتب الہامی
کو عیب لگاتی ہو اور کیون ایشور کرت پستکون کو دوشت بناتی ہو؟ یاد رکھو کہ
کوئی نامعقول مضمون کسی معقول و معروف کتاب سے منسوب ہونیسی معقول نہین
بن سکتا۔ البتہ جس کتاب مین غیر معقول مضامین ہون وہ کتاب خود بے قدر ہوتی
ہے۔ ہم آپ سی درخواست کرتے ہین کہ آپ ذرا تکلیف گوارا کرکے
مسئلہ الہام کی معنی سمجھہ لین اور دریافت فرمائین کہ کسی الہام کی تصدیق
کے واسطی کیا کیا بیرونی اور کون کون اندرونی شہادتین لازم و واجب ہین
اور وہ شہادتین کہانتک اور کس درجہ تک کس کس کتاب اور اس کتاب یا ان
کتابون کی کس کس جز پر صادق آتی ہین اور آپ اس بارہ مین بھی اپنا اعتقاد درست
کرلین کہ کونسی کتاب کن شرائط کی لزوم سی الہامی ہو سکتی ہے۔ اس
بات کو کبھی فراموش مت کرو کہ ایشور جو سب سے بڑا دانا اور کامل حکمت والا ہے
اسی کی طرف سی الہام ہوتا ہی۔ گویا الہام اسکا قول ہے۔ اور یہہ عالم اسباب جو
صناع کامل کی صنعت کاملہ ہے بمنزلہ اسکی فعل کے ہی اور کسی دانا کے قول و
فعل مین کبھی اختلاف نہین ہو سکتا پس ایشور (جو علی الاطلاق کامل دانشمند ہے)
کا قول بھی ہمیشہ اسکی فعل کے موافق ہونا چاہئے بلکہ یہہ موافقت بھی ہر درجہ
کہ موافقت مطلق ہو۔ جس امر کو تم الہامی تصور کرتے ہو پہلی دیکھو کہ وہ عالم

اسباب کی حقیقتِ تکوینی یعنی تسبیب کی امتحان مین بھی پورا اُترتا ہی یا نہین اور یہ
دانائی کہ نسخۂ کون و مکان کی تالیف مین حکیمِ مطلق نی صرف کی ہی اُس سی
ہمی اُسکو مناسبت ہے یا نہین۔ ہماری رای مین اگر آپ آنریبل سیّد احمد خان
صاحب بہادر وغیرہ کی بعض مضامین معنون بہ الہام وغیرہ مندرجہ رسائل
تہذیب الاخلاق پڑھین اور رسالہ موسوم بہ "مسئلۂ الہام" مصنفہ جناب
منشی جیونداس صاحب ڈپٹی مینیجر محکمہ فائنینشل کمشنر لاہور ملاحظہ فرمائین
اور اُنکی مطالب سمجھنی کی کوشش کرین تو غالباً الہام کی معنی سی آپ کو واقفیت
ہو جائیگی۔

ناظرینِ باتمکین!! ہمنی جو کچھہ یہانتک لکھا ہی وہ نظری طور سے
لکھا ہی مگر ہماری تمام نظریات کی ساتھہ عملیات بالقوت (متعلقِ موادِ مفروضہ)
کا بھی استعمال کیا گیا ہی جسکی بدولت حقایق مبحثہ کی صحت مین شک کرنیکی
گنجایش نہین رہی۔ اِس تمام بحث مین ہماری ترتیبِ بحث بقاعدۂ حکمتِ
نظری ہی اور مدلولاتِ بحث مین سی بعض افراد نظری بدیہی الثبوت ہین۔
ہمنی خالق کی تعریف کی بعد فطرت کا وہ اثر جو خالصاً انسان پر ہوا کرتا ہے
کافی وضاحت کی ساتھہ حکمی طریق سی بیان کیا ہی اور اُسکی ساتھہ ہی
یہہ بھی دکھلایا ہی کہ عملاً کوئی نیک ارادہ محقق اُس سی کہانتک اور کن کن
پابندیون کی ساتھہ استفادہ کرتا اور کر سکتا ہی۔ ہمنی یہہ بھی ثابت
کر دیا ہی کہ صرف یہی طبیعی صورت۔ یہی فطری بلا تصنع طریق انسان کے

واسطی حصولِ علمِ مطلوب کا ذریعہ ہو سکتا ہی - اِسکی بعد ہمنی اِنّی و لِمّی
دونون طریق سی بتلا دیا ہیے کہ صحیح طریقِ اِستدلال سی ہی صحیح نتایج پیدا ہو سکتی
ہین اور صحیح نتایج صِرف اِستعمالِ معقولات سی ہی ثابت ہوتی ہین - اِن
مقدمات کی بعد ہمنی جماعتِ بُت پرستان سی الہام کی وثوق کا ثبوت طلب
کیا ہی اور اگر بُت پرستی وغیرہ کو وہ لوگ کتبِ الہامی پر محمول ٹہراتی ہین تو اُن
سی درخواست کی ہی کہ تم الہام کی حقیقتِ مفروضہ اور بُت پرستی کی صحت
کو بپابندیِ قواعدِ منطق ثابت کرو -

اب ہم اِس کتاب کی حصہ اوّل کو ختم کر کی اِسکا دوسرا حصہ لکھنا شروع
کرتی ہین جسمین اُن تمام باتون کا مفصّل جواب دیا گیا ہی جو بابو بڈھن
لال صاحب نی مباحثہ تجویز شدہ سی متعلق اپنی رسالہ مین بیان کی ہین فقط

۱؎ وجودِ معلول سی وجودِ علت پر استدلال کرنیکو اِنّی اور اسکی عکس کو لِمّی کہتی ہین ۱۲ منہ